★— اختر راہی۔ ایم۔ اے۔ بی۔ ایڈ

بدیع الزماں سعید نورسیؒ

ارضِ رومؒ کا - ایک بالغ نظر عالم

ایک مجاہد — ○ — ایک انقلابی راہنما

○

موجودہ صدی میں عالمِ اسلام کے لیے پہلا عظیم حادثہ خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہوا خلافتِ راشدہ کے بعد اموی اور عباسی سلطنتیں چھ سو سال قائم رہیں، قانونِ فطرت کے مطابق اخلاقی اور دینی زوال و انحطاط کے بعد سیاسی زوال لازمی تھا۔ چنانچہ تاتاری وسطِ ایشیا سے آندھی کی طرح اُٹھے اور دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں کا دارالحکومت بغداد خون کے سمندر میں ڈوب گیا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ شاید مسلمانوں کی تہذیب و تمدن اور جاہ و حشمت ہمیشہ کے لیے دجلہ کے پانی میں بہہ گئی ہے مگر تیرھویں صدی کے وسط میں آلِ عثمان اُٹھے اور ۱۴۵۳ء تک پوری قوت اور سطوت کے ساتھ دُنیا کے ایک حصے پر چھا گئے۔ مدینۂ قیصر یعنی قسطنطنیہ کے فاتحین کے لیے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی خوش خبری سُنائی تھی اور مسلمان امراء و خلفاء اس پیشگوئی کے مصداق بننے کی خاطر آٹھ سو سال تک کوشاں رہے مگر: —

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

سُلطان محمد عثمانی نے قسطنطنیہ کے جاہ و جلال کو مٹی میں ملا دیا اور تاریخ میں "الفاتح" کے لقب سے معروف ہُوا۔ عثمانی ترک تقریباً سات سو سال تک فتح و نصرت اور اقتدار کا پھریرا اُڑاتے رہے، دُنیا کے افکار و تمدن پر دیرپا اثرات چھوڑے مگر آخر زوال کا شکار ہوگئے۔ "خلافت" کا منصب ختم ہوگیا اور امتِ مسلمہ اجتماعی شیرازہ بندی سے مُنہ موڑنے لگی۔ جمال الدین افغانی جیسے عالمِ اسلام کے اتحاد کے پُرجوش داعی کی کوششوں سے سُلطان عبدالحمید ثانی نے "خلافت" کے اسلامی ادارے کی تجدید کی اور ۱۸۷۶ء میں ایک بار پھر دستور میں "خلافت" کے الفاظ شامل ہوئے۔

"خلافت" کا احیاء ہُوا تو مخالفِ اسلام قوتیں اس کی تباہی کے لئے حرکت میں آگئیں خارجی سازشوں کے ساتھ داخلی طور پہ وطنی قومیت کے فتنہ کو ہوا دی گئی۔ نظریہ قومیت سے بیک وقت متنوع مقاصد پُورے ہوگئے۔ وطنی جذبے سے اسلامی تہذیب کی عالمگیر وحدت ٹوٹ گئی، ترکی اور عرب قومیت کے جذبات پروان چڑھے اور خلافتِ عثمانیہ پارہ پارہ ہوگئی۔

عرب قومیت کی تحریک ۱۸۴۷ء میں بیروت میں قائم ایک تنظیم SOCIETY OF ARTS & SCIENCE نے شروع کی۔ اس تنظیم کے کرتا دھرتا عیسائی تھے۔ ۱۸۷۵ء کے بعد بیروت کے (SYRIAN PROTESTANT COLLEGE) سے فارغ التحصیل طلبہ نے اس تحریک کو شب و روز کی محنت سے پروان چڑھایا۔ یہی کالج بعد میں بیروت کی امریکی یونیورسٹی میں تبدیل ہُوا۔ عیسائی آبادی نے خفیہ سوسائٹی قائم کی۔ شام میں فری میسنری تحریک نے پر پُرزے نکالے اور بالآخر ان ہی اداروں کی خفیہ سرگرمیوں سے خلافت کی تنسیخ ہوئی۔ اور ۱۹۲۴ء کو ترکی ایک لادین (سیکولر) ریاست بن گیا۔

مُصطفےٰ کمال کے "لادینی" ترکی" "دعوتِ اسلامی کے داعی بدیع الزماں سعید نورسی ظلمت میں روشنی کا مینار تھے۔ ان کی دعوت بتکدے میں اذان کی حیثیت رکھتی تھی یہ مردِ مجاہد ترکی کی فضا میں ایک ایسا پودا لگا کر دُنیا سے اٹھ گیا جو آج ترکی میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے مرکز نگاہ ہے۔

بدیع الزماں سعید نورسی تجدید خلافت کے اعلان سے تین سال پہلے یعنی ۱۸۷۳ء میں صوبہ بٹلس (BITLIS) کے ضلع ہیزان کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ وہ کرد قبیلے کے ایک معزز خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ نو سال کی عمر میں ایک مقامی مدرسے میں داخلہ لیا، بعد ازاں گرد و نواح کے تعلیمی مراکز میں اساتذہ وقت کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کیا اٹھارہ برس کی عمر میں مروجہ علوم میں مہارت حاصل کر لی۔

ان کی کامیاب تعلیمی زندگی کا انحصار بے پناہ لگن اور قوی حافظے پر ہے۔ علمائے اسلام کے تذکروں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سینکڑوں بزرگوں کو کئی کئی ضخیم مجلدات حفظ ہوتی تھیں۔ نورسی مرحوم کو ادب عربی کی مشہور کتاب "مقامات حریری" حفظ تھی۔ "المحیط" جیسا لغت حرفِ سین تک یاد کر رکھا تھا، قرآن و سنت، فلسفہ و منطق اور تاریخ و جغرافیہ کے موضوعات پر کتنی ہی کتابوں کے مطالب نوکِ زبان تھے

اُنھوں نے دورانِ تعلیم میں دینی مدارس کے مروجہ ماحول کے برعکس طبیعی علوم اور غیر ملکی زبانوں کی تحصیل ضروری خیال کی، ملکی سیاسیات اور غیر ملکی حالات سے بخوبی واقفیت کے لیے روزانہ اخبار کا مطالعہ اُن کا معمول تھا یہی وہ بیدار مغزی اور لگن تھی کہ چند سالوں میں اکابر علماء میں شمار ہونے لگے اور سفید ریش بزرگوں کی مجلسوں میں ایک نوجوان عالمانہ شان و وقار سے بیٹھا دکھائی دینے لگا علماء و طلبہ کی محفلیں اُن کی ذہانت، محنت اور تفقہ فی الدین کے چرچوں سے معمور تھیں۔ طلبہ انہیں "سعیدِ مشہور" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

زمانے کی یہ ستم ظریفی کہ عظیم ہستیوں کے حاسد پیدا ہو جاتے ہیں۔ ابن تیمیہؒ ہوں یا ابنِ حنبلؒ، مجدد الف ثانیؒ یا نورسیؒ سب ہی حاسدوں کی سازشوں کا شکار ہوتے۔ نورسیؒ مرحوم کے حاسدوں نے اُن کے راستے میں روڑے اٹکانے شروع کر دیئے حکامِ وقت کے کان بھرے، عوام میں مخالفانہ پروپیگنڈہ کیا مگر نورسی مرحوم کی منکسر المزاجی اور صاف گوئی نے اُن کی تمام سازشوں پر پانی پھیر دیا۔

نورسی مرحوم کی زندگی کا آغاز زہد و تقشف اور فلسفہ و حکمت میں انہماک سے ہوا۔ ان کے اس طرزِ عمل سے ان کی بے لوثی، خلوص اور نام و نمود کی خواہش سے بیزاری نمایاں ہے وہ نہایت سادہ زندگی گزارتے تھے۔ انھوں نے معمولاتِ زندگی میں اللہ اور رسول کی اتباع کو پیشِ نظر رکھا، جب کبھی صورتِ حیات میں کوئی واقعہ رونما ہوا قرآن و حدیث سے روشنی حاصل کی۔ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ اگر انھیں خوراک کے بارے میں صحیح طور پر معلوم نہ ہوتا کہ خوراک حلال طریقے سے تیار کی گئی ہے تو صرف پھلوں پر گزارہ کر لیتے تھے۔ روزمرہ کا معمول تھا کہ کھانے کا کچھ حصہ چیونٹیوں کو کھلا دیتے۔ جب اس بارے میں سوال کیا جاتا تو جواب دیتے کہ "یہ میرا اس ننھی منی مخلوق کو خراج ہے جو میں اسے حیران کن تنظیم اور جمہوری روح کی خاطر دیتا ہوں۔"

ایک روز انھوں نے یہ خبر پڑھی کہ برطانوی وزیر نوآبادیات نے ایک خصوصی اجلاس میں اپنی حکمتِ عملی بیان کرتے ہوئے کہا کہ "جب تک مسلمان قرآن کریم پر عامل ہیں وہ ہمارے راستے میں روڑے اٹکاتے رہیں گے۔ ہمارا طرزِ عمل یہ ہو کہ قرآنِ کریم کو اُن کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا جائے" یہ خبر پڑھ کر اُن کی غیرتِ ایمانی جوش میں آئی اور موصوف نے اپنے ساتھیوں کے سامنے اعلان کیا۔

"میں قرآنِ حکیم کے پیغام اور صداقت کی تبلیغ کے لئے اپنی زندگی وقف کر دوں گا چاہے برطانوی وزیر نوآبادیات کے ارادے کیسے ہی ناپاک کیوں نہ ہوں۔"

موصوف نے اپنے اعلان کو عملی جامہ پہنانے کے لئے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ استنبول میں جامعہ ازہر کے پایہ کی اسلامی علمی درس گاہ قائم کرنے کا ارادہ کیا اور جہد و سعی شروع کر دی۔ جب وہ استنبول میں داخل ہوئے تو عوام نے والہانہ طور پر خوش آمدید کہا اخبارات نے ان کے ورود کو خوش بختی قرار دیا، ایک اخبار نے لکھا کہ "استنبول کے افق پر ایک ایسا انسان طلوع ہوا ہے جو فہم و ذکا کا شعلۂ جوالہ ہے۔"

حُسنِ اتفاق سے انہی دنوں جامعہ ازہر کے ریکٹر (RECTOR) شیخ نجیت سیر و تفریح کی غرض سے استنبول میں آتے ہوئے تھے۔ نورسی مرحوم نے اُن سے تفصیلی مُلاقاتیں کیں۔ شیخ الازہر اُن کی بلند عزائم، علمیت، خلوص اور پختگی کردار و سیرت سے بے انتہا متاثر ہُوا۔

یوُرپی سامراجی طاقتوں کی تحریکِ قومیت، خلافتِ عثمانیہ کے طول و عرض میں آہستہ آہستہ پھیل رہی تھی اور "انجمن اتحاد و ترقی" کے نام سے ایک جماعت ان ہی مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کوشاں تھی، بظاہر یہ جماعت مذہبی لبادہ اوڑھ کر اتحاد و ترقی اور اصلاحات کا شور مچا رہی تھی، مگر بباطن فری میسنری اور دونمہ کے زیر اثر تھی نورسی مرحوم نے اس کے برپا کردہ فتنے کو توڑنے کے لئے فوراً "اتحادِ محمدی" کے نام سے تنظیم قائم کی۔

نورسی مرحوم نے "اتحادِ محمدی" کے نصب العین کی وضاحت کے لئے جو طرزِ عمل اختیار کیا وہ عین حکمت پر مبنی تھا۔ اُنھوں نے براہِ راست "انجمن اتحاد و ترقی" کی مخالفت نہ کی کیونکہ اتحادیوں کے پُر فریب نعروں سے بہت سے سادہ لوح مُسلمان اور علماء و مشائخ کا ایک گروہ ان کے ساتھ ہو چکا تھا، براہِ راست ٹکراؤ سے یہ سادہ لوح طبقہ اسلام سے جنگ سمجھ کر مخالفت پر آمادہ ہو سکتا تھا۔

"اتحادِ محمدی" کا مقصد بھی استقلال و حریّت اور اتحاد و ترقی رکھا مگر ساتھ ساتھ اس امر پر زور دیا کہ ہماری حریّت و استقلال اور اتحاد و اصلاحات ترقی اسلامی اصُولوں کے مطابق ہوں، ہمیں "اعتصام بحبل اللہ" کو اصُولِ زندگی بنانا چاہیئے۔ اُنھوں نے اپنا نصب العین واضح کرنے کے لئے قلم ہاتھ میں پکڑا اور انقلابی مضامین لکھ کر واضح کیا کہ قرآن کے خلاف کسی انسانی نظام کو اپنا کر ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔

نورسی مرحوم کی انقلاب آفریں اور ولولہ انگیز تحریروں نے اتحادیوں کا روک دیا، یہودی حلقوں میں ہل چل مچ گئی کیونکہ یہی لوگ در پردہ انجمن اتحاد و ترقی کے پُشت پناہ تھے،

چنانچہ اُنھوں نے ایک بہت بڑے سرمایہ دار یہودی "قرصو" کو نورسیؒ کے پاس تبادلۂ خیالات کے لیے بھیجا۔ قرصو نے گفتگو کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اُن کا عالم یہ ہے :-

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے ہو آرزو آئے کرے شکار مجھے

اتحادی یہ محسوس کر رہے تھے کہ اب اس پودے کو جڑ سے اکھاڑے بغیر ان کے لیے کوئی راہ نہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب کبھی اسلامی تحریک اُبھری آغاز میں مخالفین نے اُسے نظر انداز کرنے کی کوشش کی یہی سمجھا کہ وقتی اُبال ہے۔ چند دن کی چیخ و پکار کے بعد جوش ٹھنڈا پڑ جائے گا اور یہ تحریک خود ہی مٹ جائے گی مگر اُن کا یہ خیال ہمیشہ خام ہی نکلا۔ دُوسرے مرحلے میں جب تحریکِ اسلامی کی طرف عوام جوق در جوق کھچے چلے آتے ہیں۔ آواز میں جان پیدا ہو جاتی ہے تو مخالفین تحریکِ اسلامی کے داعی کو خریدنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ اُنہیں رام کرنے کے لیے بزعمِ خویش بڑی سے بڑی پیش کش کی جاتی ہے مگر جب یہ حربۂ ترغیب و تحریص ناکام ہوتا دکھائی دیتا ہے

مگر ع　　نورِ خُدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

نورسی مرحوم کے روشن کردہ چراغ کو اتحادیوں نے گُل کرنے کے لیے اُنہیں اور بعض دُوسرے مسلمانوں کو ۱۲ مارچ ۱۹۰۹ء کو گرفتار کر لیا۔ نورسیؒ کے انیس[19] رفقاء کو تختۂ دار پر کھینچ دیا۔ ع۔　یہ رتبۂ بلند ملا، جس کو مل گیا
ہر بوالہوس کے واسطے دار و رسن کہاں

اور ع ـــ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

جو "عدالت" شمعِ اسلام کے انیس پروانوں کے خون سے ہاتھ رنگین کر چکی تھی۔ اُس نے نورسی مرحوم کے مقدمے کی سماعت کی۔ دوران مقدمہ سربراہِ عدالت خورشید پاشا پندرہ افراد کو سزائے موت کا فیصلہ سُنانے کے بعد نورسیؒ مرحوم سے مخاطب ہُوا۔

"کیا تم بھی اسلام کا نفاذ چاہتے ہو؟" بدیع الزماں نورسی مرحوم نے ایک طویل بیان داخل کیا جس کا ایک اقتباس یہ تھا :-

"اگر میری ہزار جانیں ہوتیں تو میں انھیں اسلام پہ قربان کرنے میں خوشی محسوس کرتا، میں تو ایک طالب حق ہوں مجھے قرآن کے خلاف کوئی شئے بھی قبول نہیں، میں اس وقت "برزخ" کے مقام پہ کھڑا ہوں جسے تم جیل کہتے ہو۔ میں اُس گاڑی کے انتظار میں ہوں جو مجھے اس دُنیا سے بہتر جگہ پہنچا دے، میں اپنے رفیقانِ کار سے ملنے دوسری دُنیا میں جانے کو تیار ہوں، تم اُس بدوی کا تصور کرو جسے استنبول کی باتیں سُن سُن کر استنبول کی سیر کا شوق پیدا ہو گیا تھا مجھے بھی اس بدوی کی طرح آخرت میں پہنچنے کا شوق ہے اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ اس لئے نہیں کہ صرف تم اِسے سُن لو بلکہ اس لئے کہ یہ تمام دُنیا کے علم میں آجائے۔"

نورسی مرحوم کے اس بیان کو اخبارات نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ملک کے طول و عرض میں یہ بیان پڑھا گیا۔ ہزاروں شیدائیانِ حق اس سے متاثر ہوئے اور عدالت کے باہر نعرے لگانے کے لئے جمع ہو گئے۔ عوام میں بے پناہ مقبولیت کی وجہ سے اس مردِ مجاہد کو کچھ مدت کے لئے حوالۂ زنداں کرنے پہ اکتفا کیا۔

رہائی کے بعد چند سے استنبول میں قیام کیا، پھر "وان" چلے گئے اور یہاں سے بغداد کی جامع اموی میں اپنی تقاریر سے اُمتِ مسلمہ کو جگانے کے لئے "صورِ اسرافیل" پھونکا۔ مسلمان ملکوں کی خرابی اور بے بسی پہ گفتگو کی۔ ان کے تجزیئے کے مطابق جملہ خرابیوں کے اسباب یہ ہیں :-

- (۱) سیاسی و سماجی معاملات میں بددیانتی
- (۲) رفاقت و رأفت کے بجائے باہمی نفرت و عداوت
- (۳) مطلق العنان جابریت

بغداد کے دورانِ قیام میں اسلامی تصورِ قومیت کو اُبھارا۔ عرب ترک اتحاد پر زور دیا اور وطنی قومیت کے دل فریب چھلکے میں پوشیدہ زہریلے مغز سے آگاہ کیا۔ مغربی تہذیب کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا کہ جو تہذیب صریحاً خدا کی راہنمائی سے باغی ہے وہ انسانیت کے لیے کسی صورت میں خیر کا باعث نہیں بن سکتی۔

بغداد سے واپس استنبول آئے تو جنگِ عظیم اوّل چھڑ چکی تھی۔ ترکی، جرمنی کا حلیف تھا اور تمام اتحادی طاقتیں ترکی کو تر نوالہ بنانے کے لیے کمر بستہ تھیں، اِن حالات میں نورسیؒ ملک کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے فوج میں شامل ہو گئے۔ ایمانی جرأت اور عزم و استقلال کی بدولت اعلیٰ عہدے پر فائز ہوئے۔ فوجی فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ فارغ اوقات میں دوستوں اور عقیدت مندوں کو قرآنِ کریم کی انقلابی دعوت دیتے رہتے۔ اِس "دعوت" میں ایسا جذبہ اور تاثیر تھی کہ ہزاروں فوجی جوان وعظ سننے اور درسِ قرآن سے استفادہ کی خاطر کیمپ سے باہر جمع ہو جاتے تھے اور گھنٹوں اطمینان و سکون سے وعظ سنتے تھے

فوجی زندگی میں ایک ایسا وقت بھی آیا جب اُن کی بٹالین کے تقریباً تمام افراد نے جامِ شہادت نوش کیا اور اُنہوں نے تین چار ساتھیوں کے ساتھ مِل کر دشمن کی تین صفیں چیر دیں ٹانگ ٹوٹ گئی مگر ایک کھائی میں لیٹے ۳۳ گھنٹے تک رائفل تھامے مقابلہ کرتے رہے آخر کار روسیوں نے قید کر لیا

روسیوں کی قید میں تھے کہ ایک روز روسی جنرل قیدیوں کے کیمپ کا دورہ کرنے آیا، زیادہ تر فوجی جوان اُٹھے اور سلوٹ (SALUTE) کیا مگر نورسی مرحوم نے نگاہ تک نہ اُٹھائی اس عدم التفات پر جنرل نکولس اُن سے مخاطب ہوا "شاید تم مجھے پہچانتے نہیں-؟ جواب دیا "مجھے معلوم ہے آپ نکولس ہیں" نکولس نے کہا "تم نے دانستہ یہ عمل کر کے عظمتِ روس کی توہین کی ہے"! توحید پرست نورسی نے جواب دیا "میں مُسلم ہوں - میرا عقیدہ ہے کہ خدا کا پیرو کار اُس کے منکر سے بہتر ہے۔ میں ذاتِ واحد کا پرستار

ہوں اور یہ امر میرے قیام اور آداب بجالانے میں مانع ہے۔"

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

نورسی مرحوم کی صاف گوئی سے نکولس سیخ پا ہوگیا اور ان کے کورٹ مارشل کے احکام جاری کردیئے۔ جب سزائے موت سنی تو عجب دل نوازی سے دو رکعت نماز کی اجازت لی، نورسی کے بعض "مصلحت بین" ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ معافی مانگ لی جائے مگر ان کا جواب ایک ہی تھا " شاید یہ سزائے موت میرے لئے لافانی بہشت کا پاسپورٹ ہو"
نماز سے فارغ ہوئے تو وہی کمانڈر اُن کے پاس آیا جس نے سزائے موت کا حکم سنایا تھا اور کہنے لگا:۔

"میں تیرے اُس دین کی قدر کرتا ہوں جس نے تجھے ایسی خودداری اور بے باکی سکھائی اور تمہاری سزائے موت منسوخ کی جاتی ہے"

سائبیریا کے کیمپوں میں ایام اسیری گزار رہے تھے کہ فرار کا موقع مل گیا اور پیٹرزبرگ، وارسا اور ویانا کے راستے استنبول پہنچ گئے۔

مصطفےٰ کمال اپنی کوششوں میں کامیاب ہوگیا اور ۱۹۲۰ میں جشن آزادی منایا، نورسی مرحوم کو شمولیت کی دعوت دی گئی۔ وہ انقرہ گئے مگر مصطفےٰ کمال اُن کے معیار پہ پورا نہ اُترا۔ تقریب میں شرکت کئے بغیر واپس چلے آئے اور دس نکات پر مشتمل ایک طویل بیان پارلیمنٹ کو ارسال کردیا جس کا صدر مصطفےٰ کمال خود تھا۔ بیان کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

" پارلیمنٹ کے ارکان! یاد رکھو، ایک دن تمہیں خدا کے حضور حاضر ہونا ہے"

کاظم پاشا نے بیان پارلیمنٹ میں پڑھ کر سنایا، اس کا پہلا اثر یہ ہوا کہ ساٹھ ارکان نے دین کا راستہ اختیار کرنے اور نماز قائم کرنے کا عہد کیا۔ مصطفےٰ کمال نے ناک بھوؤں چڑھائی

نورسی مرحوم کو دوبارہ بلا بھیجا اور پارلیمنٹ میں لے گیا۔ دورانِ بحث مصطفٰی کمال نے کہا "ہمیں آپ جیسے راہنما پر فخر ہے لیکن بدقسمتی سے آپ نے آغاز ہی میں نماز کی اہمیت پر زور دے کر تفرقہ اندازی کی ہے" نورسی مرحوم نے سختی سے جواب دیا:۔

"پاشا! نماز ہی وہ علامت ہے جس سے ایک مسلمان پہچانا جاتا ہے اور تم انکار کرتے ہو جو اُسے مسترد کرتا ہے وہ خدا کا باغی ہے اور اس لئے تمہاری حکمرانی تسلیم نہیں کی جاسکتی"

اس جواب پر مصطفٰی کمال کو بچاؤ اسی میں نظر آیا کہ بحث ختم کر دی جائے۔

مصطفٰی کمال نے نورسی مرحوم کو رام کرنے کے لئے ایک اور سکیم سوچی کہ انھیں اناطول (ANATOL) صوبہ کے رئیس المبلغین کے عہدہ پر فائز کیا جائے اور دار الحکمت یونیورسٹی کا رکن نامزد کیا جائے اس پیش کش کے ساتھ پُرتکلف رہائش کا پیش کیگئی مگر نورسی مرحوم نے ان پیش کشوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا بلکہ تھوڑے عرصے کے بعد ترکِ سکونت کر کے وان چلے گئے اور سیاسی سرگرمیوں سے کنارہ کش ہو کر ایک گوشے میں ڈیرے ڈال دئے۔

سیاسی زندگی کی ہماہمی سے دور ہدایت وارشاد کی محفل سجائی اور اہلِ علم کو اپنی توجہات کا مرکز بنایا۔ اُن کے مواعظ اور ارشادات "رسائلِ نور" کے نام سے پھیلتے چلے گئے اور عقیدت مند "جماعتِ نور" کے نام سے موسوم ہوئے۔

"رسائلِ نور" ۱۳۵ رسائل پر مشتمل ایک سلسلہ دعوت و اصلاح ہے۔ ان رسائل کا محور قرآنِ پاک اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے۔ ان رسائل میں اُن اعتراضات کا تدارک کیا گیا ہے کہ مغربی تہذیب وتمدن کے ذریعے آج عالمِ اسلام کے نوجوان طبقے میں جنم لے رہے ہیں۔

بدیع الزماں خود یہ رسائل شاذ ونادر ہی لکھتے تھے۔ انہیں مسلسل لکھنے کی چنداں

مشق بھی نہ تھی، وہ وجد و تاثر کی حالت میں اپنے افکار و خیالات بیان کرتے جاتے تھے شاگرد تیزی سے لکھ کر محفوظ کر لیتے اور پھر عوام میں پھیلا دیتے تھے۔

ترکی کی قومی تحریک کے تلخ نتائج سامنے آ چکے تھے۔ ترک قوم پرستی نے عربی زبان اور عربوں سے اس قدر نفرت پیدا کر دی کہ عربی رسم الخط اور عربی زبان کا لٹریچر ممنوع قرار دے دیا گیا، دینی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی گئی۔ جامع ایا صوفیہ جو کبھی مسلمانوں کے سجدوں سے آباد تھی۔ میوزیم بن گئی۔ اسلامی قوانین یک قلم منسوخ کر کے جرمنی کا تجارتی قانون اٹلی کا فوجداری قانون اور سوئٹزرلینڈ کا دیوانی قانون جاری کیا گیا مصطفےٰ کمال اور اُن کے ساتھیوں کے بت انقرہ، سمرنا اور قسطنطنیہ کی شاہراہوں پر نصب کیے گئے۔

اِن حالات میں بدیع الزماں کو پریس کی سہولتیں کہاں حاصل ہو سکتی تھیں، جماعت نور نے اپنے مرشد کے افکار و خیالات پھیلانے کا یہ طریقہ اختیار رکیا کہ جماعت کا ہر فرد بالالتزام رسائل لکھتا اور قارئین میں تقسیم کر دیتا تھا۔ پھر ہر قاری یہی فریضہ انجام دیتا اس طرح یہ رسائل جماعتِ نور کے اخلاص، گرم جوشی اور تندہی سے جلد ہی ترکی کے شہروں اور دیہاتوں میں یکساں طور پر پھیل گئے۔

جماعت نور نے بیس سال تک اسی انداز سے پریس کی کمی پوری کی۔ نوجوان طلبہ و طالبات کے گرم خون نے ثابت کر دیا کہ مشینوں کا کام ہاتھوں سے ممکن ہے بشرطیکہ جذبۂ اخلاص اور ایمانی تڑپ موجود ہو۔ حکومت کے خفیہ محکمے نے کئی طلبہ و طالبات کو تشدد کا نشانہ بنایا۔ انہیں مارا پیٹا، جیل میں ڈالا۔ قید کی سزائیں دیں، اُن کا ایک ہی جرم تھا کہ اُنھوں نے رات رات بھر جاگ رسائل لکھے تھے۔ تمام تشدد کے باوجود اُن کے حوصلے پست نہ ہوئے بلکہ یہ تعزیر و سزا بارہا اُن کے جذبہ شوق کے لئے مہمیز ثابت ہوتی رہی۔

حکومت نے نورسی مرحوم کو اسپارٹا کے ایک دُور اُفتادہ گاؤں "بارلا" میں جلا وطن کر دیا، اُنھوں نے تنہائی کی زندگی میں بھی شہادتِ حق کا فریضہ انجام دیا اور سُنّتِ یوسفی

ادا کرتے ہوئے سب سے پہلے پہرے داروں کو اپنی دعوت پیش کی! پہرے داروں پر اس کا خاطر خواہ اثر ہوا جو داعی حق کے نگران مقرر کئے گئے تھے کہ دوسروں تک یہ دعوت نہ پہنچنے پائے۔ وہ خود ہی اس کا شکار ہو گئے۔ جیل ایک تربیت گاہ ہے۔ جہاں اہل حق کے صبر و تحمل اور لگن کی نشوونما ہوتی ہے۔ نورسی مرحوم نے رسائلِ نور پر نظر ثانی کی اور مغربیت و مادیت پر کڑی تنقیدیں لکھیں۔

"بارلا" کے زنداں میں آٹھ سال گذر گئے۔ اور اس مدت میں اُنھوں نے کھانا، خود پکایا۔ کپڑے خود دھوئے اور حکومت کی "مہربانی" تھی کہ کوئی ملاقاتی اُن سے مل نہ سکتا تھا۔ برسر اقتدار طبقہ نے اُن کے ایک سو تیس مرید طلبہ کو زیرِ حراست لے لیا۔ اور الزام لگایا کہ وہ حکومت کا تختہ اُلٹنے کی سازش میں ملوث ہیں۔ طویل تحقیقات سے حکومت کا مکر و فریب بے نقاب ہو گیا مگر "کمالی عدالت" نے گیارہ ماہ کے لئے جیل بھیج ہی دیا۔ اس مدتِ قید کے ختم ہوتے ہی "کاموستانی" کے صوبہ میں نظر بند کر دیا گیا کاموستانی بحرِ اسود کے کنارے ایک قصبہ ہے۔ ان جملہ احتیاطی تدابیر کے باوجود رسائل نور جنگل کی آگ کی مانند پھیلتے چلے جا رہے تھے۔

نورسی مرحوم کا جسم قید میں ڈالا جا سکتا تھا مگر اُن کے افکار پابند نہیں تھے۔ وہ اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ عوام کے دلوں میں جاگزیں ہو رہے تھے، حکومت کے کار پردازوں نے ایک خفیہ اجلاس طلب کیا اور فری میسن کے اُن "نامور" لیڈروں کو مدعو کیا جو خلافتِ اسلامی کا قصر مسمار کر کے سیکولر حکومت قائم کرنے میں غیر معمولی کردار ادا کر چکے تھے فری میسن لیڈروں کے مشورے سے طے پایا کہ ایک بار پھر نورسی مرحوم کو انقلابی حکومت کو نقصان پہنچانے کے الزام میں پھانسا جائے اور رسائلِ نور کی اشاعت و توسیع پر پابندی لگا دی جائے۔

چنانچہ رسائلِ نور کی پڑتال کے لئے ایک تحقیقی بورڈ قائم کیا گیا، نورسی مرحوم نے اس کا مقاطعہ کیا اور واضح طور پر اعلان کیا کہ جو لوگ اسلامی نظریۂ حیات کو سرے سے تسلیم

ہی نہیں کرتے وہ بورڈ میں کیسے شامل ہو سکتے ہیں ؟ اگر واقعی انصاف درکار ہے تو غیر جانبدار لوگوں کا بورڈ ہو۔ اُن کے اس بیان پر یورپی مفکروں اور فلاسفروں پر مشتمل بورڈ ترتیب دیا گیا جس نے بغور و تعمق مطالعہ کے بعد فیصلہ دیا کہ ان رسائل میں بغاوت کے قطعاً کوئی جراثیم نہیں ہیں یہ خالصتاً مذہبی رسائل ہیں۔ چنانچہ عدالت نے لیت ولعل کے بعد ۱۴ رجون ۱۹۴۴ء کو رہا کر دیا۔ اگرچہ عدالت نے اُن کی باعزت رہائی کا فیصلہ سنا دیا مگر بایں ہمہ موصوف جیل میں پڑے رہے اور کچھ عرصے بعد صوبہ "آفیون" کے تعلقہ "امیر ضاع" میں ان کو جلا وطن کرنے کے احکام صادر کر دیئے گئے۔

مصطفےٰ کمال کے مقرر کردہ بورڈ نے رسائلِ نور کو بے ضرر قرار دے دیا مگر کمال اور اُن کے احباب بخوبی جانتے تھے کہ یہ تحریک نہایت تیزی سے عوام کے اذہان و قلوب متاثر کر رہی ہے مگر جمہوری اقدار کے "نام لیوا" عوامی جذبات واحساسات کا ایک گونہ "احترام" ضروری خیال کرتے تھے چنانچہ رسائل پر پابندی نرم کر دی گئی اور مذہبی تعلیم و تبلیغ میں پہلی سی سختی نہ رہی۔ ترکی کا پڑھا لکھا طبقہ نورسی جماعت میں شریک ہو رہا تھا اور یہ طبقہ سول (CIVIL) ملازمتوں میں ہی نہیں فوج میں بھی مؤثر حیثیت کا مالک تھا ۱۹۴۸ء میں اُنہیں ایک بار پھر بغاوت کے الزام میں دھر لیا گیا۔

دُنیا بھر کا جانا پہچانا قانون ہے کہ ایک ہی الزام میں جسے پہلے عدالت بے حقیقت قرار دے چکی ہو۔ کسی فرد کو دوبارہ گرفتار نہیں کیا جا سکتا مگر نورسی مرحوم کو قید و سلاسل کا مرحلہ دیکھنا پڑا۔ وکلاء اور ججوں کی بہت بڑی تعداد نے اس مقدمہ کی قانونی نوعیت کو چیلنج کر دیا مقدمہ کورٹ آف اپیل میں چلا گیا مگر سرکار کے اشارے کے مطابق کورٹ آف اپیل فیصلہ دینے میں تاخیر کر رہی تھی حتیٰ کہ بیں ماہ کی مدت ختم ہو گئی۔

اس طویل کش مکش میں موصوف "اسوۂ محمدی" ادا کرتے رہے آخری ایام میں اسپارٹا میں مقیم تھے۔ وفات سے تین روز پیشتر اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ اسپارٹا سے

"اورفہ" روانہ ہوئے۔ پولیس کی کڑی نگرانی تھی مگر موصوف نے اجازت نہ لی۔ ابھی اُن کی گاڑی اورفہ میں داخل نہ ہونے پائی تھی کہ ایک فوجی دستے نے اُن کی گاڑی روک کر واپس جانے کے لیے کہا۔ اُنھوں نے اطمینان خاطر سے جواب دیا کہ میں اورفہ جاؤں گا اور دو دن سے زیادہ نہیں ٹھہروں گا، یہ سُن کر فوجی دستہ واپس آگیا اور وہ اورفہ میں داخل ہوگئے اور دوہی روز بعد عالمِ اسلام نے یہ اندوہ ناک خبر سُنی کہ ۷ ارمضان المبارک ۱۳۷۹ھ کو داعئ اسلام بدیع الزماں سعید نورسیؒ کا انتقال ہوگیا +

بقیہ اسلامی معاشرت کے اصول وآداب (صفحہ ۲۷ سے آگے)

لانے سے اُن بدعنوانیوں، بے اعتدالیوں اور جرائم کا خاتمہ ہو جائے گا جو معاشرہ کے لیے وبال جان بنے ہوتے ہیں۔ ان اصول وآداب کی وجہ سے جس معاشرہ کی تشکیل ہو گی، وہ پاکیزہ اور بے ضرر ہو گا۔ اس کی بنیادیں مضبوط اور مستحکم ہوں گی اور یہی معاشرہ تادیر سلامت اور زندہ جاوید رہے گا:

دربارِ ایزدی میں دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کے سربراہوں اور پاسبانوں کو ان اصول وآداب سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق بخشے : (آمین)

بقیہ: پاکستان کیخلاف قادیانی، صیہونی گٹھ جوڑ

یہ عظیم دینی اور سیاسی خطرہ بھیانک رُوپ میں ہمارے سامنے آرہا ہے، تل ابیب کے سیاسی گماشتے پاکستان کے ایک بزرجمہر کی دینی سیادت میں ایک ایسا گھناؤنا کھیل کھیلنے میں مصرُوف ہیں جو ہماری نسلوں کے لیے بھی عبرت انگیز ہوگا: